رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

ایڈیٹر۔ غلام نبی ⁂ اسسٹنٹ۔ مہر محمد خان

فہرست مضامین

جلد ۷ | مورخہ ۳ جون سنہ ۱۹۲۰ء | مطابق ۱۵ رمضان سنہ ۱۳۳۸ | نمبر ۹۲

مدینۃ المسیح

۳۰ مئی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کا ایک خط موصول ہوا جسمیں حضور کو دعوت دیگئی۔ کہ یکم و دو جون کو الہ آباد میں معاہدہ ٹرکی کے متعلق جو کانفرنس منعقد ہونیوالی ہے۔ اس میں شریک ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اسپر حضور نے اسی دن ایک مضمون رقم فرمایا۔ جو رسالہ کی صورت میں راتوں رات چھاپ کر تیار کیا گیا اور دوسرے دن ۳۱ مئی کو جناب مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب اور جناب سید ولی اللہ شاہ صاحب وہ رسالہ یہاں سے لیکر لکھنؤ روانہ ہوگئے۔ اور جناب چودہری ظفر اللہ خان صاحب کے لاہور سے روانہ ہونے کے لئے بذریعہ تار اطلاع دیگئی۔

یکم جون سے جناب حافظ روشن علی صاحب نے روزانہ ایک پارہ کا درس دینا شروع کر دیا ہے۔

ایک ضروری تحریک

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے خدام کے سوانح اور حالات زندگی کا محفوظ رکھنا ایک نہایت ضروری امر ہے کیونکہ آنیوالی نسلیں ان سے سبق حاصل کریگی۔ اور ان کے نقش قدم پر چل کر سعادت اندوز ہونگی مگر افسوس ہے کہ اسوقت تک اس نہایت ضروری بات کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ اب تجویز ہے کہ ان بزرگوں کے حالات جمع کئے جائیں۔ اور ان کو محفوظ کرنے فی الحال اخبار میں شایع کر دیا جائے۔ لیکن چونکہ یہ کام ایسا ہے جسمیں ہر ایک احمدی شخص کی امداد کی ضرورت ہے۔ جو سلسلہ احمدیہ کے پرانے خدام کے حالات اور واقعات سے واقف ہو۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ جس بھائی کو کسی ایسے بزرگ سلسلہ کے حالات معلوم ہوں جو فوت ہو چکے ہوں۔ وہ براہ مہربانی قلمبند کر کے ایڈیٹر الفضل کے پاس بھیجدیں۔ املاء کی اصلاح اور مناسب ترتیب دفتر میں کر لی جائیگی۔ اور ایسے اصحاب کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا جائیگا۔ اور جو بزرگ بفضل خدا زندہ ہیں۔ وہ اگر اپنے سابقہ حالات خود لکھ کر یا کسی سے لکھوا کر ارسال فرمائینگے۔ تو نہایت شکرگذاری کے ساتھ شایع کئے جائینگے مہربانی فرماکر اس تحریک کو معمولی نہ سمجھا جائے۔ بلکہ خاص وقعت اور عزت کی نظر سے دیکھ کر اسپر عمل کیا جائے۔ یہ وقت ہے۔ کہ ہم اس نہایت ضروری اور اہم کام کو باسانی سرانجام دے سکتے ہیں۔ اور بعد میں آنے والوں کے لئے سرمایہ رشد وہدایت مہیا کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر اسوقت توجہ نہ کی گئی تو وقت ہاتھ سے نکل جائیگا اور ایک نہایت ضروری کام مشکلات اور الجھنوں میں پڑ جائیگا۔ پس احباب ضرور اس طرف توجہ فرمادیں اور کسی بزرگ سلسلہ کے متعلق جسقدر حالات کا کسی کو علم ہو وہ لکھ کر جلد بھیج دیں۔

اخبار احمدیہ

حضرت میاں چراغ دین مرحوم کے برادر جناب میاں سراج الدین صاحب

لاہور سے اطلاع دیتے ہیں ۔ کہ میاں چراغ دین صاحب کی وفات سے کسی بھائی کو یہ خیال نہ ہو۔ کہ لاہور جانیوالے احمدی بھائیوں کو مکان پر ٹھہرنے میں تکلیف ہوگی ۔ کیونکہ ہم سب اور ہمارے بچے اب بھی پہلے کی طرح ہی احمدی دوستوں کی خدمت کے لئے حاضر ہیں ۔ اور ہمارے گھر کے دروازے مہمانوں کے لئے ہر وقت کھلے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اس مخلص خاندان کو اجر عظیم بخشے ؂

قابل تقلید نمونہ حال میں حکیم محمد قاسم صاحب فیول کلرک لالہ موسیٰ ضلع گجرات نے ہمارے پاس چندہ مسجد احمدیہ لنڈن کے تحریک کے سلسلہ میں ایک قابل تقلید تحریر بھیجی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں ۔ پہلی تحریک پر میں نے پچیس روپے اور میری اہلیہ نے عہ روپے چندہ مسجد دیا ۔ اس کے بعد ایسا اتفاق ہوا ۔ کہ محض خدا کے فضل سے گورنمنٹ نے ہم ملازمین ریلوے کو ایک سال کا ایریر تنخواہ کا عطا فرمایا ۔ جو میں سارا کا سارا اس مد میں دیتا ہوں ۔ ان کی خواہش ہے کہ باقی کے احمدی ریلوے ملازمین بھی یہ رقم اس مد میں دیدیں ۔ اس رقم کا دینا کچھ گراں بھی نہیں ہوگا ۔ کیونکہ جس سال کا ایریر ملا ہے ۔ آخر وہ سال تو گذر چکا ہے ۔ اور اسکے اخراجات بھی پورے ہو چکے ہیں ۔ پس احباب اس کار خیر میں حصہ لیں ؂

دوسرا امر جو قابل تذکرہ ہے یہ ہے کہ گوٹیکی ضلع گوجرات میں پیر غلام محمد غوث صاحب ایک مخلص مگر درویش طبع غریب مزاج بھائی ہیں ۔ ان کے پاس کسی طرح پچاس روپے آگئے ۔ جو انھوں نے سٹور میں تجارت کی غرض سے جمع کرنے کو بھیجدیئے ۔ اور لکھا کہ اس کا منافع ترقی اسلام میں دیا جاوے ۔ اور جب تک یہ سلسلہ سٹور جاری رہے ۔ میرے ورثاء کو اس کی واپسی کا حق نہ ہوگا ۔ اور بطور صدقہ جاریہ کے یہ کام ہوگا ۔ پس میں امید کرتا ہوں

ترانۂ احمدی

(از جناب منشی عبد الخالق صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ مظفر نگر)

اسلام پر فدا ہے سب مال و جاں ہمارا
ہم اس کے ہو چکے ہیں یہ دلستاں ہمارا

تائید میں ہماری خلاقِ جاں ہمارا
بیچاری کیا زمیں ہے جب آسماں ہمارا

ہم شیر ہیں خدا کے گیدڑ کی بھبکیوں سے
نقصان ہو سکے کیا او بد گماں ہمارا

دنگل میں ہم نے صدہا اعدائے دیں پچھاڑے
نامی بہادروں ہے پہلواں ہمارا

میدانِ معرفت میں بازی ہمیں نے جیتی
آگے سدا رہا ہے اسپ دواں ہمارا

زور قلم کی اپنے دنیا ہوئی ہے قایل
مُردوں میں جان ڈالے وہ ہے بیاں ہمارا

ہم میں خدا نے بھیجا احمدؑ نبی اللہ
ہے آسماں پہ روشن اب کہکشاں ہمارا

ہم وارثِ نبوت ہم مقتدائے ملت
ہم آخرین منہم شاہد قراں ہمارا

بگڑوں سے جس کی برکت خساہاں وقت لینگے
ہے وہ امام مہدی آخر زماں ہمارا

رُوح القدس مؤید ہر کام میں ہمارے
ہے حارث یگانہ پیر و جواں ہمارا

فضلِ عمر کا جس کو حق نے خطاب بخشا
رشکِ بہارِ یوسف وہ نوجواں ہمارا

کیا کیا سنائیں تم کو ہم اسکے کارنامے
قاصر زباں ہماری عاجز بیاں ہمارا

جرمن فرانس ولندن امریکہ مارشیس میں
جاری کہاں نہیں ہے درس قراں ہمارا

لندن میں احمدیہ مسجد ہے بننے والی
مغرب سے دیں کا سورج نکلیگا ہاں ہمارا

اندھا بھی دیکھ لیگا کسر صلیب ہوتی
مسجد میں جب مؤذن دیگا اذاں ہمارا

توحید کا ترانہ گاتی ہیں جس کی بلبل
مشرق سے تا بہ مغرب وہ گلستاں ہمارا

گلزار احمدیت شاداب دیکھ کر ہے
صلّ علیٰ محمد وردِ زباں ہمارا

پھل کیوں نہ لائے شیریں ایماں کا باغ اپنا
مرزا غلام احمدؑ ہے باغباں ہمارا

اے حق شناس لوگو دیکھو ذرا خدارا
ہے سلسلہ کہاں سے پہونچا کہاں ہمارا

دیں کا چمن ہے جس سے سیراب عبد خالق
وہ چشمۂ صافی ہے قادیاں ہمارا

اخبار کیوں ایک دن لیٹ نکلا اخبار نمبر ۹۰ - ۲۷ مئی ۲۰ء دفتر مینجر الفضل میں ۲۶ - مئی شام تک بالکل فولڈ ہو چکا تھا ۔ مگر ڈاکخانہ میں ٹکٹ نہیں تھے ۔ اسلئے ۲۷ - مئی کو روانہ نہ ہو سکا - اور ۲۸ - مئی ٹکٹ آنے پر باوجود جمعہ کے ٹکٹیں لگا کر روانہ کیا گیا ۔ (مینجر الفضل)

وی پی آتے ہیں

جن احباب کی قیمت ماہ مئی میں ختم ہوتی ہے ۔ ان کو اطلاع ہو کہ جون کے پہلے ہفتے میں ان کو وصولی قیمت الفضل کے لئے وی پی کئے جائینگے جو صاحب واپس کرینگے ۔ ان کے نام کا پرچہ تا وصولی قیمت امانت میں رہیگا ۔ ماہ مئی میں معمول سے زیادہ وی پی واپس آئے ہیں ۔ احباب کرام کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے ۔ کاغذ ۔ چھپوائی ۔ کتابت سخت گراں ہے ۔ اس لئے خریدار بڑھانے چاہئیں نہ کہ گھٹانے ۔

(مینجر الفضل قادیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان - مورخہ ۳- جون ۱۹۲۰ء

کیا علمائے دیوبند ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگئے

علماء دیوبند کو مباہلہ کی طرف لانے کے لیے بذریعہ اشتہارات جو گفتگو ہو رہی تھی۔ اس کے متعلق ہم نے ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء کو "مباہلہ سے جان بچانے کے لئے علماء دیوبند کے حیلے" کے عنوان سے ایک مفصل اشتہار ان کے جواب میں چھاپکر بذریعہ رجسٹری ان کے قائم مقام مولوی عبدالسمیع کے نام بھیجا تھا۔ لیکن آج تک کہ پورے چار ماہ اور کچھ دن گذر چکے ہیں۔ ان کی طرف سے ہمیں کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ جس سے خیال ہوتا ہے۔ کہ شاید ہمارے مقابلہ میں علمائے دیوبند نے بالکل سکوت اختیار کر لیا ہے اور اسوقت تک مباہلہ کے جس پیالہ سے ادھر ادھر کی غیر متعلق باتوں میں الجھ کر اور بے حقیقت فقرہ بازیوں کو آڑ بنا کر بچنا چاہتے تھے۔ بالآخر ہماری زبردست اور مجبور کن گرفتوں سے عاجز آکر خموشی میں ہی اپنا بچاؤ سمجھا ہے۔ جن اصحاب کی نظر سے ہمارے مقابلہ میں دیوبند سے شائع ہونیوالے اشتہار گذرے ہونگے۔ انہیں معلوم ہو گا۔ کہ اگر ان میں ایک طرف یہ کوشش ہوتی تھی۔ کہ کوئی بات طے ہی نہ ہو تاکہ مباہلہ کی نوبت نہ آسکے۔ تو دوسری طرف ایسے نمائشی فقرے بھی شائع کئے جاتے تھے۔ جن سے یہ ظاہر ہو کہ علماء دیوبند اس گفتگو کو کسی نتیجہ تک پہنچانے اور مباہلہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ ذیل میں ان کے اشتہارات کے چند ایک ایسے اقتباس درج کئے جاتے ہیں۔

ہماری دعوت مباہلہ کا جواب دیتے ہوئے سب سے پہلے اشتہار میں لکھا۔

"واضح ہو کہ علمائے دیوبند کی جماعت خواہ مرکز میں ہے یا دوسرے مقامات پر ہر ایک باطل جماعت کے مقابلہ میں ہر طرح سے احقاق حق کے لئے طریق استعمال کرنے کے لئے ہروقت آمادہ و مستعد ہے۔"

اسکے بعد لکھا۔

"اب وقت آگیا ہے کہ تمام فضول قصے بالائے طاق رکھدئے جائیں اور نہایت صدق و اخلاص اور متانت کے ساتھ اولاً اثبات کا فیصلہ کر لیا جائے کہ مرزا غلام احمد جن کو آپ نے ۱ ستمبر کے پرچہ میں خدا کا برگزیدہ نبی لکھا ہے وہ فی الواقع ایسے ہی تھے۔"

پھر تیسرے اشتہار میں لکھا۔

"کیا میں یہ امید رکھ سکتا ہوں کہ مرزا محمود صاحب اور ایڈیٹر الفضل اور انکی جماعت کے سربرآوردہ کان مناظرہ اور مباہلہ کے لئے اپنے آپ کو مستعد کرینگے۔ جس کے واسطے علماء دیوبند ہروقت تیار ہیں۔"

ایک اور اشتہار میں لکھا۔

"یہ واضح رہے کہ اب علمائے دیوبند کسی صورت سے بھی اس معاملہ کو ناتمام نہ چھوڑینگے۔"

اس قسم کے تمام فقرات کی حقیقت اور اصلیت سے ہم تو پہلے ہی واقف تھے۔ اور خوب جانتے تھے۔ کہ یہ محض دکھاوے کی باتیں ہیں۔ مباہلہ کی طرف علمائے دیوبند کو نہ آنا ہے اور نہ آئینگے۔ لیکن شاید وہ لوگ جو ہمارے مقابلہ میں ہر کس و ناکس کی تحریر کو وقعت دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں دیوبندی اشتہارات کے اس قسم کے فقرات میں بھی کچھ حقیقت سمجھتے ہوں۔ اور انہیں خیال ہو کہ جیسا اس زور شور سے علماء دیوبند کی طرف سے مباہلہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی جارہی ہے۔ تو وہ ضرور مباہلہ کر کے ہی رہینگے۔ لیکن ایسے لوگوں کو ہم نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دیتے ہیں۔ کہ علماء دیوبند نے اپنے قول و قرار کو پس پشت ڈالتے ہوئے اور اپنے ہوا خواہوں کی امیدوں کا خون کرتے ہوئے مباہلہ کے معاملہ میں بالکل خاموشی اختیار کر لی ہے۔ ان کی تمام فقرہ بازیاں ختم ہو گئی ہیں ان کا سارا جوش و خروش کافور ہو گیا ہے۔

دراصل مباہلہ ہے ہی ایسا دل ہلا دینے اور کپکپی پیدا کر دینے والا فعل کہ باطل پرست اور حق و صداقت سے محروم انسان کبھی اس کو اختیار کرنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتا۔ یوں خواہ وہ اپنے سچے اور راستی پر ہونے کا کتنے ہی زور و شور کے ساتھ اعلان کریں۔ لیکن ممکن نہیں کہ مباہلہ کے ذریعہ اپنے عقائد کی صداقت ثابت کرنے کے لئے قوت قلب کے ساتھ تیار ہو سکیں چنانچہ اس وقت تک ایک بار نہیں۔ بلکہ متعدد بار اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفین ہرگز اتنی جرأت نہیں رکھتے کہ مباہلہ کے ذریعہ آپ کی صداقت کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

خود حضرت مسیح موعود ؑ نے تمام علماء اور مشائخ ہند کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ پھر آپ کے بعد دہلی کے علماء اور خواجہ حسن نظامی صاحب نے علیحدہ علیحدہ اس معاملہ میں ایسی زک اٹھائی کہ انہیں تمام عمر یاد ہی رہیگی۔ اب علمائے دیوبند نے مباہلہ سے فرار اختیار کر کے اس قسم کے گذشتہ تمام واقعات کی یاد تازہ کر دی ہے۔ اور سمجھ دار اور سچائی سے پیار رکھنے والے اصحاب کے لئے یہ معلوم کرنے کا موقعہ بہم پہنچا دیا ہے۔ کہ جن لوگوں کا سہارا باطل پر ہوتا ہے۔ وہ حق کے مقابلہ میں کبھی ٹھہر نہیں سکتے۔

کسقدر رنج اور افسوس کی بات ہے کہ جماعت دیوبند ایک اتنی سی بات پر تو اپنے معاندین سے مباہلہ کے لئے تیار ہو جائے۔ کہ اس نے مولوی محمود حسن صاحب کے متعلق مخبری کی ہے یا نہیں۔ اور بڑے زور شور کے ساتھ مباہلہ کا چیلنج شایع کر دے۔ لیکن جب ہم اسے اس امر کے متعلق مباہلہ کرنے کے لئے بلاتے ہیں۔ جس پر آخرت کی نجات کا دار و مدار ہے۔ تو کچھ عرصہ ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد دم توڑ کر بیٹھ جاتی ہے۔ اگر یہ جماعت ابتدا میں ہماری دعوت کا جواب نہ دیتی۔ تو گو اس سے اس کی حقیقت ظاہر ہو جاتی۔ لیکن یہ عذر تو کر سکتی تھی۔ کہ اس نے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ لیکن اب ایک عرصہ کے شور و غوغا کے بعد دم بخود ہو جانے پر وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتی کیونکہ ایک عرصہ کی تگ و دو کے بعد جب اس نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ سوائے خموشی اختیار کر لینے کے اور کوئی صورت بچاؤ کی نہیں تب اسے چپ ہونا پڑا۔

لیکن کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہو گیا۔ کہ دیوبندیوں کے نزدیک دین کی اتنی بھی اہمیت نہیں ہے۔ جتنی معمولی سے معمولی دنیاوی باتوں کی ہے۔ اور ان کے خیال میں آخرت کی نجات ایک چھوٹے سے چھوٹے ذاتی الزام کے مقابلہ میں بھی بالکل ادنیٰ اور حقیر چیز ہے۔ پس

سمجھدار اصحاب سوچیں۔ اور دیکھیں کہ ان علماء کہلانے والے اور دین اسلام کے ستون ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کی حالت کیسی عبرت انگیز اور افسوسناک ہوگئی ہے۔ کہ یہ لوگ آپس میں تو ذرا ذراسی بات پر ایک دوسرے کو مباہلہ کا چیلنج دیتے رہتے ہیں۔ لیکن جب ہم انہیں مباہلہ کے ذریعہ اس امر کا تصفیہ کرنے کے لئے بلاتے ہیں جس پر آخرت کی نجات کا دارومدار ہے۔ تو اول لغو اور خلاف شریعت اسلام شرائط لگا کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ اور جب اس طرح بھی ان کی مخلصی نہیں ہوتی۔ تو ایسے دم بخود ہو جاتے ہیں کہ گوئی مُردہ اند۔ حق کی طلب میں سرگردان رہنے والوں کے لئے عبرت اور نصیحت کا بہت بڑا سامان ہے۔ بشرطیکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔

ہمارے ساتھ مباہلہ کرنے سے علماء دیوبند کے فرار نے ایک بار اور دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ حق کے مقابلہ میں باطل ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ اور ہم جو کچھ دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ وہی حق اور صداقت ہے۔ کسی میں طاقت نہیں ہے۔ کہ اسے جھٹلانے کے لئے ہمارے سامنے آئے۔ اور مسنون طریق سے مباہلہ کرکے فیصلہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دے۔

اس موقعہ پر ہم اپنے اندرونی مخالفین غیر مبایعین کو بھی غیرت اور شرم دلاتے ہیں۔ جن کے اخبار پیام نے ہماری مخالفت کرتے ہوئے علماء دیوبند کی تائید میں لکھا تھا کہ :-

"ہمیں خطرہ ہے کہ اگر مباہلہ اس بناء پر قرار دیا گیا۔ (یعنی حضرت مسیح موعود کو بحیثیت نبی پیش کرکے آپ کی صداقت پر مباہلہ کیا گیا) تو اس کا نتیجہ برعکس نہ ہو اور مخالفین و معترضین سابقہ لغو اعتراضات کی طرح اس کو بھی جماعت احمدیہ کے بالمقابل ایک اور حجت نہ بنالیں"

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ اگر علماء دیوبند ہم سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق مباہلہ کرتے۔ تو پیغام کے نزدیک اس کا نتیجہ ہمارے خلاف اور ان کی تائید میں نکلتا۔ جس وقت یہ الفاظ پیغام میں شائع ہوئے۔ اسی وقت ہم نے "اہل پیغام مباہلہ کرلیں" کے عنوان سے لکھ دیا تھا کہ :-

"ہم پیام صلح کے متعلقین کو متوجہ کرتے ہیں کہ جو نکہ وہ نبوت حضرت مسیح موعود کے منکر ہیں۔ اور ہم مومن۔ اور بقول پیام مصدقین نبوت مسیح موعود کے خلاف مباہلہ کا نتیجہ نکلیگا۔ اس لئے اگر وہ اب تک مباہلہ کو ٹلاتے رہے ہیں۔ تو اب ہی میدان مباہلہ میں آئیں۔ اور خدا سے امر متنازعہ کے لئے فیصلہ چاہیں۔ پھر حق خود واضح ہو جائیگا۔ لیکن اگر پیامیوں کے سرگروہ کار مباہلہ کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ تو سمجھا جائیگا۔ کہ پیام والے اپنے دعاوی میں جھوٹے ہیں۔ پیغام کو چاہیئے۔ کہ اپنے امیر کو آمادہ کرے"

اسکے متعلق پیغام نے آج تک ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ اور نہ امید ہے کہ آئندہ کچھ لکھ سکے۔ یہی ندامت اور شرمندگی اس کے لئے کافی تھی۔ لیکن اب جبکہ علماء دیوبند نے ہمارے مقابلہ سے فرار کرکے ہمارے حق و صداقت پر ہونے کا ثبوت بہم دیا ہے۔ غیر مبایعین کو اپنی حالت پر خود ماتم کرنا چاہیئے۔ کہ باوجود ان کے سہارا دینے کے علمائے دیوبند ہمارے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکے۔ اور اس سہارے کے ذریعہ وہ ٹھہر کیونکر سکتے تھے۔ جبکہ خود سہارا دینے والے آج تک ہمارے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں کرتے۔

"خاتم المحدثین"

"جناب مولوی سلامت اللہ صاحب حنفی نگینوی محلی" کا ایک مکتوب اخبار مشرق مورخہ ۱۳ مئی سنہ ۲۰ء میں شائع ہوا ہے۔ جسمیں مولوی صاحب موصوف نے اپنے مدعا کی توضیح کرتے ہوئے ایک مقام پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا نام اس طرح لکھتے ہیں "خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ" یہاں "المحدثین" کے ساتھ وہی لفظ خاتم لگا ہوا ہے۔ جو کہ "النبیین" کے ساتھ قرآن کریم میں وارد ہے اور ہمارے مخالف علماء "خاتم النبیین" کے معنے کیا کرتے ہیں "نبیوں کو ختم کرنیوالا" یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کا خاتمہ کر دیا۔ اب آپ کے بعد کوئی نہیں آسکتا۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کیا "خاتم المحدثین" کے بھی یہی معنے ہیں کہ "محدثین کو ختم کرنیوالا" یعنی جس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے نزدیک کوئی نبی نہیں مبعوث ہو سکتا۔ خواہ آپ کا اُمتی ہو۔ اسی طرح حضرت شاہ صاحب کے بعد کوئی محدث نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہوا ہے اگر اس کے یہی معنے ہیں۔ تو بالبداہت غلط اور خلاف واقعات ہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ ہیں۔ جو محدث یعنی عالم حدیث ہیں۔ اور اگر یہ نہیں۔ اور فی الواقع نہیں تو اس کے معنی یہی ہونگے۔ کہ جس شان کے محدث حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس شان کا محدث آپ کے بعد کوئی نہیں ہوا۔ اگرچہ اس کی واقعیت میں کلام ہو سکتا ہے۔ مگر ان معنوں پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تو پھر "خاتم النبیین" کے بھی کیوں یہی معنے نہ کئے جائیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ آپ کے بعد اس شان کا کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر ہو سکتا ہے۔ تو ایسا جس کا نور نبوت آپ کے مشکوٰۃ نبوت سے مستفاض ہو۔ اور اسپر کوئی اعتراض نہیں۔

بہرحال ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہمیں "خاتم النبیین" کے غلط معنے کرنے کا الزام دینے والے "خاتم المحدثین" پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ کس طرح بے خبری سے ان کے علماء کی زبان پر حق جاری ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں میں مذہبی رواداری کا فقدان

آجکل ایک طرف تو مسلمان اخبارات پر روپیٹ رہے ہیں کہ سلطنت ٹرکی کو عیسائی سلطنتوں نے مذہبی تعصب کے مذبح پر قربان کر دیا ہے۔ اور محض اختلاف مذہب کی وجہ سے یورپین سلطنتوں نے اسے تباہ کر ڈالا ہے۔ لیکن دوسری طرف خود مسلمانوں میں جس قدر مذہبی رواداری پائی جاتی ہے۔ وہ اس سلوک سے ظاہر ہے جو آجکل لوگ ہماری جماعت سے کر رہے ہیں۔ قصور ضلع لاہور میں احمدیوں کو سخت تکالیف دیجا رہی ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زیر صدارت امرتسر میں کسی نام نہاد انجمن "اصلاح المسلمین" کا جلسہ ہوا جسمیں حسب ذیل ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ "انجمن ہذا کا یہ عام جلسہ حرمت اسلامی کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانان امرتسر سے درخواست کرتا ہے کہ وہ مرزائیوں کے بائیکاٹ کے خیال کو مستحکم کرتے ہوئے ان کے ساتھ کھانا۔ پینا۔ بولنا۔ چالنا۔ لین دین شادی غمی سب کچھ ترک کر دیں اور یہ کوشش کریں کہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن نہ ہونے دیا جائے"

محض مذہبی عقائد کے اختلاف کیوجہ سے مسلمانوں کا یہ طرز عمل ظاہر کر رہا ہے کہ وہ خود کہاں تک دوسروں سے انسانیت کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ کیا عیسائی

گورنمنٹ انگلشیہ میں مذہبی آزادی

حضرت مرزا صاحب اور آپ

کے پیروؤں نے جب کبھی اس حقیقت کا اظہار کیا ۔ کہ گورنمنٹ انگلشیہ میں جس قدر مذہبی آزادی پائی جاتی ہے ۔ اتنی کسی اور سلطنت میں ہرگز نہیں پائی جاتی ۔ خواہ وہ مسلمان کہلانے والوں کی سلطنت ہو ۔ یا عیسائیوں کی ۔ تو مخالفین نے ہمیشہ گورنمنٹ انگلشیہ کی خوشامد کرنے کا الزام لگایا ۔ اور طرح طرح سے مطعون کیا ۔ لیکن حق آخر حق ہے ۔ اب خود مسلمان اسی بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں ۔ جسے ہمارے منہ سے سن کر نعل در آتش ہو جایا کرتے تھے ۔

چنانچہ اخبار وکیل میں "ہجرت" کے متعلق ایک مسلسل مضمون شایع ہوا ہے ۔ جس میں اس امر پر روشنی ڈالتے ہوئے ۔ کہ آیا مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کر جانا چاہیئے ۔ یا نہیں لکھا ہے ۔

"آج ہندوستان میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو جو مذہبی آزادی حاصل ہے ۔ وہ دنیا کی اسلامی سلطنتوں میں خود مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے ۔ اور جس . . . آزادی سے مسلمان اپنے خیالات کا اظہار اس جگہ کر سکتے ہیں ۔ اور کرتے ہیں ۔ وہ کسی اسلامی سلطنت میں بھی نہیں کر سکتے ۔ حضرات شیعہ اگر کابل میں اس دھڑلے سے تعزیہ داری کریں ۔ تو قتل کئے جائیں ۔ سنی اگر ایران میں . . چار یار کا دم بھریں ۔ تو جیتے نہ بچیں ۔ حکومت کو کسی شخص کے مذہب سے کچھ پرخاش نہیں ۔ عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود لکم دینکم ولی دین پر عمل ہے ۔ یہ تو محض اتہام ہے کہ حکومت ہمارے مذہب میں دست اندازی کرتی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم خود اپنے مذہب کی بیخ کنی کے درپے ہیں ۔ اور اپنی بد اعمالیوں کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہراتے ہیں"

پھر اسی مضمون میں لکھا ہے ۔

"ہم مسلمانوں سے پوچھتے ہیں ۔ کہ دنیا میں کونسی جگہ ہے ۔ جہاں وہ ہجرت کر کے جائیں گے . . . . . . ہمیں ہندوستان میں امید سے بڑھ کر اور اسلامی سلطنتوں سے زیادہ مذہبی آزادی حاصل ہے"۔

کیا مذکورہ بالا الفاظ سے صاف طور پر ظاہر نہیں ہے ۔ کہ اب جب کہ بعض لوگوں نے گورنمنٹ انگریزی کو چھوڑ کر کسی اسلامی حکومت کے ہاں جانے کا سوال اٹھایا ۔ تو واقف کار اصحاب کو اقرار کرنا پڑا کہ کسی اسلامی سلطنت میں اس قدر مذہبی آزادی نہیں ہے ۔ جس قدر یہاں حاصل ہے ۔ اس لئے ہندوستان کو چھوڑ کر کہیں اور جانا فضول ہے ۔ اس حقیقت کے اعتراف نے ثابت کر دیا ہے ۔ کہ جو بات حضرت مرزا صاحب نے فرمائی تھی ۔ اور جس کی مسلمانوں کی طرف سے سخت مخالفت ہوتی رہی آج اس وقت جب کہ انہیں اسلامی سلطنتوں میں جانے کی ضرورت پیدا ہوئی ۔ خود اس بات کا اقرار کرنا پڑا ۔ اور کہنا پڑا ۔ کہ دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے ۔ جہاں مسلمانوں کو گورنمنٹ انگریزی کے مقابلہ میں زیادہ مذہبی آزادی حاصل ہو ۔

اس بات کو پیش کر کے ہم کہہ سکتے ہیں ۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے ۔ خواہ وہ دینی امور کے متعلق ہو ۔ یا دنیوی امور کے ۔ لوگوں کو ایک نہ ایک دن اگر طوعاً نہیں تو کرہاً ضرور تسلیم کرنا پڑے گا ۔

مسیحیت پر ضرب شدید

گو سیاسی طور پر سیاسی و ظاہری نظر کی مسیحی دنیا اپنے تئیں سیاسی اسلام پر فاتح تصور کرنے لگی ہے ۔ مگر خدا کی اصل ارض مقدس کی حکومت یعنی اسلام اب آئے دن اُن پر فتوحات حاصل کر رہی ہے ۔ انگلستان میں مسیحی گرجا طلاق کے ذریعہ جدا ہونے والے مرد و عورتوں کی شادی کرنے سے انکار کرتا تھا ۔ کشمکش مسیحی اور آزاد خیال طبقہ میں کشمکش شروع ہو کر ایک رائے کی زیادتی سے آرچ بشپ کنٹربری کو شکست ہو گئی ۔ اس پر ٹائمز میں ذیل کی رپورٹ شایع ہوتی ہے ۔

"آج دارالامرا میں "طلاق کے بل" پر مباحثہ ہوا ۔ اور آرچ بشپ آف کنٹربری نے نہایت وضاحت سے گرجا کے رویہ کا اظہار کیا ۔ بشپ موصوف کو تمام مجوزہ ترمیمات پر شکست ہوئی ہے ۔ اور صاف ظاہر ہے کہ دارالامرا نے تو قومی مفاد کے پہلو کو مد نظر رکھا ہے ۔ مگر اس مفاد میں گرجا شامل نہیں ہو سکا ۔ آرچ بشپ کی رائے میں شادی کا سیاسی پہلو ہی خطرہ میں نہیں ۔ بلکہ مجوزہ تبدیلیاں مخرب اخلاق ہیں ۔ گرجے کا ضمیر اس کے خلاف ہے کہ وہ ایسی شادیوں کو برکت دے جو خدا کے حکم کے خلاف ہوں اور جن کو گرجا زنا یقین کرے ۔ گرجا قطع نظر اس کے کہ دوبارہ شادی کرنے والا فریق گنہگار ہے یا معصوم ایسی شادی کرنے سے انکار کرے گا ۔ حکومت کو چاہیئے ۔ کہ گرجے کو مجبور نہ کرے "

آخرش تعلیم یافتہ دارالامرا نے قومی مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے مسیحی گرجا کے مقابل دین فطرت (اسلام) کے اصول کی پناہ لی اور نہ صرف آرچ بشپ کو شکست ہوئی ۔ بلکہ اس طرح مسیحیت کے کمزور اصولوں پر ایک ضرب لگی ۔

حضرت علیؓ کی الوہیت

۱۵ مئی ۱۹۲۰ء کے اخبار اثنا عشری میں ایک نظم حضرت علی ابن ابی طالب کی شان میں شایع ہوئی ہے ۔ جس میں یہ دو شعر قابل توجہ ہیں ۔

تو وہ بندہ ہے کہ دھوکا ہے خدا کا جس پر
صورت اللہ کی ہے شکل و شباہت تیری

اسد اللہ ید اللہ ہے تو اور عین اللہ
مدح خلاق دو عالم کی ہے مدحت تیری

پہلے شعر کا اگر یہ مطلب ہے ۔ کہ کچھ لوگ جو حضرت علی کو جو کہ "بندے" ہیں خدا کہتے ہیں ۔ وہ دھوکا کھاتے ہیں ۔ تو یہ سچ ہے ۔ کیونکہ بعض نادانوں نے حضرت علی کی ایسی لاف کے باوجود جو الوہیت کے سراسر منافی ہے ۔ ان کو خدا بنا ڈالا ۔ لیکن اگر یہ ہے ۔ کہ آپ کی شکل و شباہت چونکہ اللہ کی مانند تھی ۔ اس لئے ان پر خدا کا دھوکا لگ جاتا تھا تو یہ غلط ہے ۔ کیونکہ حضرت علی کی نہ شکل اللہ کی سی تھی نہ شباہت ویسی ۔ یہاں الوہیت اور یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے ۔ پھر کیا پرستاران علی اتنا بھی نہیں جانتے کہ خدا تجسم اور شکل و شباہت سے پاک ہے ۔ کہ کسی کی شکل ویسی ہو ۔

دوسرے شعر میں اسد اللہ اور ید اللہ تک تو خیر تھی مگر "عین اللہ" پہلے شعر کے "دھوکے" کو اصلیت میں تبدیل کر دیا ۔ جو بالکل بے دلیل بات ہے ۔ حضرت علی میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس کی وجہ سے وہم بھی کیا جا سکے ۔ کہ آپ عین اللہ ہو سکتے ہیں ۔ کیا شیعہ صاحبان اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے یہ شعر کہنے والے صاحب کو ان کا ضمیر خود ملامت کر رہا تھا ۔ شاید یہی وجہ ہے ۔ کہ وہ باوجود حضرت علی کو "عین اللہ" کہنے کے آخری مصرعہ میں ان کی خدائی کو قائم نہیں رکھ سکے اور خدا تعالیٰ اور حضرت علی دونوں کو علیحدہ علیحدہ مان گئے ہیں ۔ اگر حضرت علیؓ عین اللہ تھے ۔ تو وہی خلاق دو عالم ٹھہرتے ہیں ۔ اور خلاق دو عالم کا وجود ان سے علیحدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۴۔ مئی ۱۹۳۰ء

واحد ذریعہ اتحاد

میں نے پچھلے جمعہ بیان کیا تھا۔ کہ کس طرح دنیا کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اتفاق کا ذریعہ ایک ہی ہے جب لوگ ایک چیز پر جمع ہوتے ہیں۔ تو ان لوگوں کی نسبت جو کسی چیز پر جمع نہیں ہوتے۔ ان میں زیادہ اتفاق و اتحاد ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے۔ کہ جتنا تعلق زیادہ قریب کا ہو۔ اتنا ہی زیادہ آپس میں محبت اور تعلق ہوتا ہے۔ مثلاً ایک باپ کی اولاد میں زیادہ محبت ہوگی۔ بہ نسبت ایک دادا کی اولاد ہونے کے۔ اور ایک دادا کی اولاد میں زیادہ محبت ہوگی بہ نسبت ایک پردادا کی اولاد کے۔ اور پھر اسی طرح یہ تعلق وسیع اور کم موثر ہوتا جائیگا۔

میں نے بتایا تھا۔ کہ قرآن کریم نے اس نکتہ کو مدنظر رکھا ہے۔ اور بجائے اتحاد و اتفاق کا حکم دینے کے یہ کہا ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ کہ تم سب ایک چیز سے تعلق پیدا کرو۔ اور اسی حکم میں قیام اتفاق و اتحاد کا طریق بھی بتا دیا۔ دوسرے مذاہب کی طرح محض اتفاق کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ساتھ طور و طریق بھی بتا دیا۔

اعتصام بحبل اللہ کے معنے

آج میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اصل جو ایک چیز پر جمع ہوں۔ ان میں زیادہ محبت و تعلق ہوتا ہے۔ یہ کیا ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں جس رسہ کے پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ وہ ایسا رستہ نہیں۔ جیسے سوت وغیرہ کے رستے ہوتے ہیں۔ ان میں ہمیں سوت اور سن کے رسہ کی طرف متوجہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہمیں ایسے رستے کے پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو اپنے اندر ہزاروں تعلیمیں رکھتا ہے۔ جب ایک خاندان کے لوگوں کو کہیں۔ کہ وہ رستہ پکڑ لیں۔ تو مجموعی حالت میں اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس ایک رسہ کو جو مختلف ذرات سے بنا ہوا ہے۔ پکڑ لو لیکن ایک ایسی چیز کے پکڑنے کا حکم جو نہ صرف ایک چیز ہو بلکہ اپنے اندر ایسی بہت سی باتیں رکھتی ہو۔ جنہیں سے ہر ایک کو پکڑنا چاہیئے۔ تو اس کی مختلف حالت ہے یہ محض نام کا بھی ایک اثر ہوتا ہے۔ مثلاً ہندوستانی ہندوستانی ہونے کی وجہ سے جتھا کرتے ہیں۔ انگریز انگریز ہونے کی وجہ سے۔ یہ بھی اشتراک کہلاتا ہے۔ اور یہ ایک فطرتی امر ہے۔ جو کسی تعلیم کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ فطرۃ کا وہی قاعدہ یہاں کام کرتا ہے۔ جو میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ لیکن جب تعلیم کا سوال ہو۔ تو صرف یہ کہہ دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس پر عامل اور اس کا پابند ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اگرچہ تعلیم کے متعلق بھی یہ بات ہوتی ہے مثلاً جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں۔ ان میں بھی ایک جتھا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھ لو۔ جب لوگ گاڑی میں چڑھتے ہیں۔ تو مسلمان مسلمانوں سے مانوس ہونگے۔ اور ہندو۔ ہندوؤں سے۔ اس معاملہ میں اتحاد نظر آجاتا ہے۔ لیکن حبل اللہ کے پکڑنے میں ایک دوسرا اشارہ یہ ہے۔ کہ اس میں ایسی تعلیمات ہیں جو اتحاد کی طرف راجع ہیں۔ سوت کے رستے کا پکڑنا صرف ظاہری اتحاد کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ لیکن قرآن کا پکڑنا باطنی حالت کو بھی درست بنانے کی ضرورت جتاتا ہے۔

اتحاد کے پیدا ہونے میں روکاوٹیں کونسی ہیں

اب میں اس تفصیل کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ کہ باطنی اتحاد کے لئے کونسی تعلیمات ہیں جن کے ذریعہ قرآن کریم اتفاق پیدا کرتا ہے۔ پہلا اتفاق نام کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا تعلیم کے ذریعہ۔ اس حصہ مضمون کے بیان کرنے سے پہلے یہ بیان کرنا ضروری ہے۔ کہ ہر ایک مشکل کے حل کے لئے دو طرح غور کیا جاتا ہے۔ اول اس طرح کہ جس چیز کے باعث نقص پیدا ہو اور کسی امر میں روک ہو۔ اس کو دور کر دیا جائے۔ تاکہ وہ روک رستہ میں حائل ہی نہ ہوں۔ لیکن یہ علاج مکمل علاج نہیں بلکہ مکمل اسوقت ہوگا۔ کہ اگر یہ بھی معلوم کر لیا جائے۔ کہ اگر وہ نقص پیدا ہو جائے۔ تو اس کو کس طرح دور کیا جائے۔ اس حصہ کے ملنے کے ساتھ علاج مکمل ہوتا ہے۔ صحت انسانی ہی کے متعلق اگر ہم دیکھیں۔ تو ہم اس طب کو مکمل نہیں کہینگے جو صرف بیماری کے آنے سے بچائے۔ بلکہ طب کامل وہی ہوگی۔ جو یہ بھی بتائے۔ کہ جب بیماری پیدا ہو جائے۔ تو اس کے دفع کرنے کا یہ طریق ہے۔

اسی طرح اتحاد کے متعلق بھی انہی باتوں کی ضرورت ہے۔ اول تو یہ کہ ایسے طریق ہوں۔ جن پر چلکر اتحاد و اتفاق پیدا ہو۔ لیکن اگر نا اتفاقی پیدا ہو جائے۔ تو اس کو دور کرنے کے لئے فلاں فلاں طریق ہیں۔ جب یہ دونوں حصے ہوں۔ تو اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوگی۔

ہم دنیا میں غور کرتے ہیں کہ نام میں جمع ہونے کے لئے کسی خاص کتاب کے ماننے والوں کی تخصیص نہیں۔ بلکہ ہر ایک شخص جو ایک کتاب کو ماننے والا ہے۔ وہ دوسرے کے ساتھ جو اس کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ایک حد تک متفق ہو گا۔ اس میں قرآن کریم کی تخصیص نہیں۔ قرآن کو ماننے والے آپس میں نام کے لحاظ سے متحد ہونگے۔ اور انجیل کو ماننے والے آپس میں۔ وید کے پیرو آپس میں۔ گویا اس ذریعہ سے بھی اتحاد ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم نے اعتصام بحبل اللہ کے لئے دونوں اصولوں کو لیا ہے۔ حفظ ماتقدم بھی بتایا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے۔ کہ اگر نا اتفاقی ان حفظ ماتقدم کے احکام پر عمل نہ کرنے سے یا تھوڑا عمل کرنے سے پیدا ہو جائے۔ تو اس کے دفعیہ کا کیا علاج ہے۔

اب میں سب سے پہلے اس اصل کو لیتا ہوں۔ جس کے اختیار کرنے سے اختلاف پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور پھر بتاؤں گا کہ اگر ہو جائے۔ تو اس کو کس طرح دور کرنا چاہیئے۔

اختلاف سے بچنے کے لئے پہلی بات

پہلی بات جو قرآن کریم بیان کرتا ہے یہ ہے کہ انسان مان لے کہ اختلاف کبھی مٹ نہیں سکتا۔ یہ پہلا گر ہے اختلاف سے بچنے کا۔ بظاہر لوگ یہ سنکر حیران ہونگے۔ کہ اتحاد کے قیام کے لئے یہ بات کیسے ضروری ہو سکتی ہے۔ کہ یہ خیال کر لیا جائے کہ اختلاف نہیں مٹ سکتا۔ لیکن درحقیقت بات یہی ہے

اور قرآن کریم نے اسپر بہت زور دیا ہے۔ اور اس بات کو نہ ماننے ہی کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے بار بار بیان فرمایا ہے۔ کہ ہر چیز میں اختلاف نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ مومنوں میں بھی اختلاف ہو۔ اور انبیاء میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ تلک الرسل فضلنا بعضہم علیٰ بعض کہ یہ رسول ہیں۔ ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ اور فضیلت ایک ایسا امر ہے۔ جو بغیر اختلاف کے حاصل ہی نہیں ہوتا۔ فضیلت ایک چیز کو دوسری پر اسی وقت ہوگی۔ جب ان میں اختلاف ہو گا۔ پس اس طرح نبیوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ ایک زیادہ کامل ہوتا ہے ایک کم۔

ایک اعتراض کا جواب

میں نے ایک دفعہ لکھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بزرگ اس حد کمال کو نہیں پہنچا۔ جس پر پہونچ کر نبوت حاصل ہوتی ہے۔ اسپر بہت ہنسی اُڑائی گئی۔ کہ گویا مرزا صاحب سے پہلے سب لوگ ناقص الایمان تھے۔ لیکن نادانوں نے نہ سمجھا۔ اس میں نقص کا سوال نہیں۔ بلکہ یہاں یہ بات ہے۔ کہ باوجود کامل ہونے کے پھر بھی جو اوپر کا درجہ ہے۔ اس کے لئے ایک اور کمال ہونا چاہیئے۔ مسئلہ فضیلت ہی کو لو۔ حضرت موسیٰ پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فضیلت حاصل ہے۔ مگر حضرت موسیٰ ناقص نبی تھے۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں۔ کہ کچھ نہ کچھ کمی ضرور تھی۔ تبھی نبی کریم جنمیں یہ کمی نہ تھی حضرت موسیٰ سے افضل ٹھہرے۔ یہ ایک نسبتی امر ہے اگر الوہیت کو مدنظر رکھا جائے۔ تو رسول کریم ناقص تھے۔ اور آپ میں کوئی بات بھی الوہیت کی نہ تھی۔ اس طرح بجز خدا کی ذات کے۔ کمی کامل سے کامل میں بھی ہوتی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ بعض کو بعض پر فضیلت ہوتی ہے۔ ایک بڑا ہوتا ہے۔ اور ایک اس سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ ایک اچھا ہوتا ہے۔ ایک بہت اچھا ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ایمان کے بھی درجہ ہوتے ہیں۔ اور مومن کی بھی یہی حالت ہوتی ہے بعض بہت اعلےٰ ہوتے ہیں۔ اور بعض اعلیٰ ہوتے ہیں پھر نہ صرف انبیاء و مومنین میں ہی تفاوت درجہ اور ایک کو دوسرے پر فضیلت ہوتی ہے۔ بلکہ کفار میں بھی مختلف درجات ہوتے ہیں۔ کوئی بڑا ہوتا ہے کوئی چھوٹا۔ اور ایک کفار ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کالانعام بل ھم اضل۔ پھر اور چیزوں کے متعلق فرمایا۔ مختلف الوانہا۔ پھر اس اختلاف کو ہر چیز کی حالت میں بتلاتا اور دکھلاتا ہے۔ مثلاً پھلوں ہی کو دیکھو۔ کچے پکے کے اختلاف کو چھوڑ کر دیکھو کہ بعض میٹھے ہوتے ہیں۔ بعض تُرش۔ پھر زمینیں ہوتی ہیں۔ ان کی مختلف استعدادیں ہوتی ہیں۔ بعض کی پیداوار اچھی ہوتی ہے۔ بعض کی اچھی نہیں ہوتی۔ پھر انسانوں اور زمین اور زمینی چیزوں ہی میں یہ اختلاف نہیں۔ بلکہ ملائکہ تک میں ہے۔ بعض درجہ کے لحاظ سے چھوٹے اور بعض بڑے ہوتے ہیں۔ غرض نبیوں کے درجہ میں اختلاف۔ مومن و کافر میں اختلاف۔ منافقوں کی حالت میں اختلاف جانوروں میں۔ پرندوں چرندوں درندوں میں اختلاف۔ پھر نباتات جمادات میں اختلاف موجود ہے۔ کوئی ایک چیز نظر نہیں آتی۔ جو اس اختلاف سے بری ہو۔ اور اس اختلاف کو قرآن کریم تسلیم کرتا ہے۔ اور اس کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ یہ ہماری طرف سے پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ فضلنا بعضہم علےٰ بعض اور الوزن یومئذ ن الحق ہر ایک کے وزن دوسرے کے وزن سے الگ ہونگے۔ پھر اس کو قائم کرتا ہے اور فرماتا۔ لا تسئلوا عن اشیآء الآیۃ۔ کہ قرآن کے نزول کے زمانہ میں زیادہ سوال نہ کرو کیونکہ اگر سب باتیں بیان کردی جائیں۔ تو پھر تمہیں ایک حد تک اختلاف کا موقعہ نہ رہیگا۔ ہم نے ایک حد تک بتا دیا اور باقی کو تمہیں پر چھوڑ دیا۔ اس طرح گویا کہ اختلاف کے قیام پر زور دیا۔ پس اختلاف ہے اور ضروری ہے لیکن جو اس اختلاف کو مٹانا چاہتا ہے۔ وہ غلطی کرتا ہے کیونکہ یہ تو مٹ نہیں سکتا اور اس کا رہنا ضروری ہے۔ اس طرح گویا یہ اتفاق پیدا ہوتی ہے۔

اگر اختلاف نہ ہو

یہ بہت بڑا گُر ہے۔ اب میں اس کے متعلق بتاتا ہوں کہ جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اختلاف نہ رہیگا۔ تبھی اتحاد ہو سکتا ہے۔ غور کرو۔ اگر اختلاف نہ ہوتا۔ سب کا ایک رنگ ہوتا سب کی ایک خواہش اور سب کے ایک ہی جذبات ہوتے تو سب کا ایک ہی پیشہ ہوتا۔ دُنیا کسی قسم کی ترقی نہ کر سکتی۔ سائنس کی ترقی اختلاف کا نتیجہ ہے۔ جب آکسیجن اور نائٹروجن جو دونوں مختلف چیزیں ہیں نہ ملتیں تو پانی کہاں سے آتا۔ کیونکہ یہ دونوں جو مختلف ہیں ملیں تو پانی بنے۔ آگ نہ ہو یا پانی نہ ہو۔ سردی یا گرمی نہ ہو تو فصلوں کا تیار ہونا کس طرح ہو۔ اور یہ اختلاف ہی بتاتا ہے۔ کہ لوگوں کی طبائع میں اختلاف رکھا گیا ہے اور اسی سے لوگ مختلف چیزوں کو حاصل کرتے ہیں۔ اور مختلف پیشوں میں لگتے ہیں۔ اگر اختلاف نہ ہوتا۔ تو لوگ ایک ہی پیشہ کے پیچھے لگے رہتے۔ اور دنیا ان تمام اشیاء سے محروم رہ جاتی۔ پھر علوم کیسے پیدا اور مدون ہوتے۔ جبکہ سب کا ایک ہی میلان اور ایک خیال ہوتا اس سے ثابت ہوا۔ کہ اختلاف ضروری ہے۔

پس جب تک مختلف اشیاء کی مختلف حالتیں ہوتیں اسوقت تک کسی قسم کی ترقی نہ ہوتی۔ ترقی کے لئے اختلاف ضروری ہے۔ اگر اختلاف کو مٹا دیا جائے۔ تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ دنیا کی ترقیات کو مٹا دیا جائے۔ اصل میں فساد پڑتا ہی تب ہے۔ جب اختلاف کو مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور ترقی کے راستہ میں روکیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ لیکن اشیاء متقابل تب ہی کھڑی ہوتی ہیں۔ جب ان کے رستہ میں روک ہوتی ہے۔ جب بوائلر میں پھٹتے ہیں۔ تو ان کی گیس کے نکلنے کے رستے بند ہو جاتے ہیں پس اس سے ثابت ہوا۔ کہ جو اس قسم کا اتفاق کرتا ہے اور فساد کو مٹاتا ہے۔ وہی فساد کو بڑھاتا ہے۔ اس نکتہ کے نہ سمجھنے کی وجہ سے نااتفاقی ہوتی ہے۔ دوستوں کا اتفاق کس طرح ہوتا ہے؟ اسی طرح کہ ان میں اختلاف ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے دوست سے اتفاق کے لئے اس اختلاف کو مٹائے۔ اور چاہیے کہ جیسا لباس میں پہنتا ہوں۔ وہ پہنے۔ جو خوراک میں کھاتا ہوں وہ کھائے۔ جو پڑھتا ہوں وہ پڑھے۔ جو لکھتا ہوں وہ لکھے اور جس طرح پڑھتا اور جس طرح لکھتا ہوں۔ اس طرح پڑھے اور لکھے۔ اور جب چلوں چلے۔ اور جہاں جاؤں جائے اور جب بیٹھوں اور جس طرح بیٹھوں۔ بیٹھے۔ اور جب لیٹوں لیٹے۔ اور جب سوؤں سوئے۔ اور جب جاگوں جاگے تو تم ہی خیال کرو۔ کیا اس اختلاف مٹانے سے ان میں اتحاد ایک دن بھی رہ سکتا ہے۔ ایسا شخص جس سے یہ

توقع رکھی جائیگی - ایک ہی دن میں گھبرا جائیگا - اور کہیگا کہ میں تیرا کوئی بندر ہوں کہ تیرے اشاروں پر ناچوں - پس ان میں اتحاد کب رہ سکتا ہے - اسی وقت جب جائز اختلاف کو رہنے دیا جائے - اور جب اختلاف کو ہر رنگ میں مٹانے کی کوشش کی جائیگی - اسی وقت اختلاف ہو گا ؛

پس اس سے ثابت ہوا کہ اختلاف تب ہوتا ہے - جب اختلاف کے وجود کو تسلیم نہیں کیا جاتا - اگر مان لیا جائے - کہ اختلاف ہو سکتا ہے - تو پھر آپس میں اختلاف نہیں ہو گا - لیکن یہ حالت ہو - کہ ایک کہے تبلیغی جلسہ کب ہو اور کہاں ہو - اور دوسرا اس کا مخالف ہو - اور پہلا اپنے خیال پر مصر رہے - اور دوسرا اپنے پر - اب ظاہر ہے کہ اس سے اختلاف بڑھیگا - لیکن اگر ایک شخص اصرار چھوڑ دے - تو پھر اختلاف نہیں ہو سکتا -

یہ ظاہر ہے کہ دونوں کی حالتیں مختلف ہیں - دونوں کی عقلیں مختلف ہیں - مگر جب دونوں اپنی بات پر مصر رہتے ہیں - اور اس صورت میں اختلاف کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں - اس طرح کبھی نہیں مٹ سکتا - لیکن اگر ایک اپنی جگہ سے اسوقت ہٹ جائے - اور پھر نرمی سے سمجھائے - تو اختلاف مٹ سکتا ہے - گھر میں میاں بیوی کے تعلقات ہوتے ہیں - دونوں کے مزاج میں اختلاف ہو - ایک مکان میاں کو پسند ہے - بیوی کو نہیں - اب بیوی کہے کہ ہم تو یہاں نہیں رہتے - یا بیوی کو ایک لباس پسند ہے اور میاں کو نہیں - پھر اختلاف ہوگا اگر دونوں یہ چاہیں کہ ایک کے خلاف دوسرا نہ ہو - اور ایک دوسرے کی پسند کو پسند کرے تو اختلاف بڑھیگا - مگر اگر یاد رکھیں کہ یہ سمجھ لیں - کہ یہ اختلاف ہوتا ہی ہے - تو پھر ناراضگی کی کوئی بات نہیں رہیگی - مگر مفید اختلاف ضروری ہوتا ہے - مثلاً انبیاء آتے ہیں - جو انبیاء کی بعثت پر اختلاف ہوتا ہے نادان لوگ انہیں مطعون کیا کرتے ہیں - مگر نہیں جانتے کہ وہ اختلاف ضروری ہوتا ہے - دیکھنا یہ چاہیئے - کہ اختلاف جو ہے وہ حق پر ہے کہ ناحق پر - اگر حق پر ہے تو ہونا چاہیئے - اگر ناحق پر ہے تو کوئی پروا نہیں کرنا چاہیئے - دیکھو مرض اور دوا کا اختلاف ہوتا ہے - ایک مریض ہے - اس کی مرض کو [illegible] کرنے کے لئے دوائی دی جائیگی - اور یہ ایک اختلاف ہے،

لیکن یہ جائز ہے - اس کا نام تفرقہ ڈالنا نہیں - بلکہ یہ تو تفرقہ مٹانا ہے - کیونکہ اس کے بغیر زندگی محال ہے - لیکن اب اس بات کی ضرورت ہے ... ... کہ تفرقہ و اتحاد کی حد بندی کی جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کہاں تک تفرقہ ہے تو مضر نہیں - اور اگر اس سے بڑھے - تو مضر ہو گا - کیونکہ نیکی کے کام بھی اگر حد کے اندر نہوں تو بُرے ہو جاتے ہیں - نماز اچھا کام ہے - لیکن سورج کے نکلتے وقت منع ہے - عید کے دن شیطان روزہ رکھتا ہے - خرچ کرنا اچھا ہے - لیکن جو لوگ حالت کو مدنظر رکھ کر خرچ نہیں کرتے اور بے دریغ خرچ کرتے چلے جاتے ہیں ان کو قرآن اخوان الشیاطین کہتا ہے - بعض حالتوں میں اختلاف کا مٹانا ہی اختلاف ڈالنا ہوتا ہے - اور قرآن کریم نے بتا دیا کہ لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں - اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے - تو فساد کا موجب ہوتا ہے - اور یہ غلطی ہے - بلکہ چاہیئے - کہ حالت و مزاج کو مدنظر رکھو - اخلاق و عادت کا خیال رکھو - جب یہ ہو گا - تو اختلاف مٹ جائیگا - اور جب یہ خیال کیا جائیگا کہ یہ اختلاف رہنا ضروری ہے - اور خدا کی طرف سے پیدا کیا گیا ہے - تو کوئی اختلاف نہ ہو گا - اور اس اختلاف کا مٹانا ہی اتحاد کو توڑنا ہے - آج میں اسی حصہ پر بیان ختم کرتا ہوں - اگر اللہ تعالےٰ نے توفیق دی - تو اگلے جمعہ آیندہ حصہ پر بیان کرونگا ؛

ہانگ کانگ کے لیئے ایک ترجمان کی ضرورت

گورنمنٹ چین کو ایک ایسے لائق اور تجربہ کار ترجمان کی ضرورت ہے جو انگریزی کی نہایت اچھی لیاقت رکھتا ہو - جو اردو و پنجابی خوب جانتا ہوں - اور اردو دگورمکھی کے خطات کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کی پوری پوری لیاقت رکھتا ہو تنخواہ تقریباً ۲۷۵ روپیہ ماہوار - ۲۵ روپے دو سال بعد ترقی جو ۳۰۰ روپیہ تک پہنچیگی - چھ سال کی ملازمت کے بعد آٹھ ماہ کی رخصت نصف تنخواہ پر لے سکتے ہیں - اس صورت میں کرایہ آمد و رفت سیکنڈ کلاس بغیر خوراک بھی ملیگا وغیرہ جو صاحب جانا چاہیں وہ بہت جلد اپنی اپنی درخواستیں بمعہ نقول سرٹیفکیٹ امور عامہ میں بھیجدیں - یہاں جس کو مناسب سمجھا جاویگا اپنی سفارش کیساتھ اس کی درخواست کو مقام مقصود تک پہنچا دیا جاویگا درخواست چیف سکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا کے نام لکھی جاوے - اور وہ درخواست امور عامہ میں بھیجدی جائے - ناظر امور عامہ قادیان